کربلا کا شیر خوار مجاہد

مولانا محمد باقر نقوی
(مدیر اصلاح)

احباب پبلشرز
اقبال منزل مقبرہ عالیہ گولہ گنج لکھنؤ

مطبوعہ سرفراز پریس لکھنؤ

قیمت ——— ایک روپیہ پچاس پیسے

پیش لفظ

مرزا سجاد حسین ایم۔کام۔لکھنؤ

یہ کہنا ہرگز مبالغہ ہوگا کہ جس طرح واقعۂ کربلا تاریخ اسلام میں ایک منفرد حیثیت کا مالک ہے اُسی طرح معرکۂ کربلا میں شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام ایک خصوصی انفرادیت کو اپنے من میں سمئے ہوئے ہے۔ جس طرح اگر واقعۂ کربلا وقوع پذیر نہ ہوتا تو آج مسجدیں ہوتیں، نہ اذانیں ہوتیں، نہ تکبیر کی صدائیں ہوتیں اور نہ دین اسلام ہوتا اُسی طرح اگر شہادت علی اصغر علیہ السلام نہ ہوئی ہوتی تو معصومیت و مظلومیت حسینؑ کا ذکر اغیار کی زبان پر اُس طرح نہ ہوتا جس طرح آج ہے کیونکہ دوسرے شہیدان کربلا کے متعلق تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ جنگی اسلحہ سے آراستہ ہو کر میدان جدال و قتال میں آئے، بہ سر پیکار ہوئے، داد شجاعت دی، قتل کیا اور قتل ہو گئے، مگر حضرت علی اصغر علیہ السلام کے لئے یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ کسی سے نبرد آزما ہوئے مگر ا[illegible]

نے انھیں بھی پیکان ستم کا نشانہ بنا کر اس بات کا ایک واضح ثبوت بہم پہونچا دیا کہ یزیدیوں کو خاندانِ رسالتؐ سے دلی بغض وعناد تھا اور خانوادۂ نبوت کی تاراجی اُن کا مطمحِ نظر تھی۔

حضرت علی اصغر علیہ السلام کی فقید المثال اور لازوال قربانی اپنے دامن میں جن خصوصیات واوصاف کی حامل ہے اس کے مختلف پہلوؤں پر متعدد مصنفین نے قلم اٹھایا ہے مگر آپ کی مکمل حیات طیبہ پر مشتمل کتابیں گویا نہیں کے برابر ہیں۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ حضرت علی اصغر علیہ السلام کے سلسلہ میں بعض باتوں پر شدید اختلافات ہیں لہذا یہ ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ حضرت علی اصغر علیہ السلام کی سوانح عمری پر خامہ فرسائی کر سکے۔

جامعۂ نجف اشرف کے جید الاستعداد فاضل جناب کاظم الحلفی نے ایک کتاب "عبد اللہ الرضیع" کے نام سے شائع کی تھی جس میں حضرت علی اصغر علیہ السلام کے حالاتِ زندگی تفصیل کے ساتھ قلم بند کیے گئے تھے۔ مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ نقوی مدیر اصلاح کھجوا بہار مستحق تبریک وستائش ہیں کہ انھوں نے اس کتاب کے ضروری اجزا کو اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ مولانائے محترم کے ترجمہ میں

روانی و سلاست بدرجۂ اتم موجود ہے اور یہ وصف مولانا باقر صاحب قبلہ کے ترجموں کا طرۂ امتیاز ہے جس کی بڑی وجہ اُن کی کہنہ مشقی ہے کیونکہ مولانائے محترم علاوہ متعدد کتابوں کے مصنف ہونے کے درجنوں عربی و فارسی کتابوں کو اُردو کے قالب میں ڈھال چکے ہیں۔ مولانائے محترم کے ترجمہ کی تمام تر خوبیاں زیرِ نظر کتاب میں پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہیں۔

احباب پبلشرز لکھنؤ مستحق مبارکباد ہے کہ اُس نے ایسی مفید کتاب صاف ستھری کتابت طباعت، اور دیدہ زیب سرورق ارباب ایمان کے مطالعہ کے لئے پیش کر کے ایک علمی و مذہبی خدمت انجام دی ہے۔

کربلا کا شیر خوار مجاہد

عرب کے ذاکرین و مقررین میں مشہور ہے کہ امام مظلوم کے طفل شیر خوار کا نام عبد اللہ تھا۔ حضرت قائم آل محمدؐ نے زیارت ناحیہ میں اسی کی صراحت فرمائی ہے۔ چنانچہ زیارات کا فقرہ ہے۔ السلام علی عبد اللہ الرضیع سلام ہو عبد اللہ پر جو شیر خوار تھے۔ فارس (جس میں ہندوستان و پاکستان بھی داخل ہے) کے مقررین یہ ذاکرین کی زبانوں پر مروج یہ ہے کہ اس طفل شیر خوار کا نام علی اصغر تھا۔ مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے جب یزید نے کہا تھا۔

واعجبا لابیک سمی علیا و علیا تمہارے باپ پر بڑا تعجب ہے کہ کئی لڑکوں کے نام علی ہی رکھے۔ امام نے جواب دیا۔ ان ابی احب اباہ امیر المومنین فسمہ باسمہ مرارا میرے پدر بزرگوار اپنے والد ماجد امیر المومنین علیہ السلام کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ اس لیے انھوں نے کئی فرزندوں کے نام علی رکھے۔

تو امام زین العابدین کے اس جواب سے اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ امام مظلوم کے طفل خوار کا نام علی اصغر ہی تھا۔

اسی قسم کی ایک گفتگو امام زین العابدین اور ابن زیاد کے درمیان میں ہوئی تھی۔

ابن زیاد۔ تمہارا نام کیا ہے؟

امام زین العابدین۔ میں علی بن الحسین ہوں!

ابن زیاد۔ کیا خدا نے علی بن الحسینؑ کو قتل نہیں کر ڈالا؟

امام زین العابدین خاموش رہے کوئی جواب آپ نے نہ دیا۔ ابن زیاد کیوں؟ بولتے کیوں نہیں۔؟

امام زین العابدین۔ میرے ایک بھائی تھے۔ ان کا نام بھی علی تھا جنھیں لوگوں نے قتل کر ڈالا۔ امام زین العابدین خاموش رہے ابن زیاد، یہ کیوں نہیں کہتے کہ خدا نے قتل کیا۔

ابن زیاد۔ کیوں بولتے کیوں نہیں۔

امام زین العابدین نے جواب میں کلام مجید کی یہ آیت پڑھی۔ ان اللہ یتوفی الانفس عند موتہا وما کان لنفس ان تموت الا باللہ۔ خدا ہی لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں (اپنی طرف) کھینچ بلاتا ہے۔ بغیر حکم خدا کے کوئی شخص مر ہی نہیں سکتا۔

اس جواب پر ابن زیاد نے جلاد کو حکم دیا کہ آپ کو قتل کر ڈالے۔ جناب زینبؑ بیمار کربلا سے لپٹ گئیں اور اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک ابن زیاد قتل کے ارادہ سے باز نہ آگیا۔

ایک مرتبہ بیمار کربلا نے مروان بن حکم کو بھی یہی جواب دیا تھا۔ مروان نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا علی مروان نے پوچھا آپ کے بھائی کا کیا نام ہے؟ آپ نے فرمایا علی! اس پر مروان نے کہا علی! علی! آپ کے والد کیا اپنے ہر فرزند کا نام علی ہی رکھیں گے۔ امام زین العابدین نے اپنے پدر بزرگوار امام حسینؑ سے اس گفتگو کو بیان کیا آپ نے فرمایا! ابن زرقاء کا ناس ہو۔ اگر میرے سو فرزند بھی ہوئے تو ہر ایک کا نام علی ہی رکھنا پسند کروں گا۔

طفل شیر خوار کے نام میں مورخین کا اختلاف

جس طرح مورخین نے امام مظلوم کی اولاد کی تعداد میں اختلاف کیا ہے اسی طرح شیر خوار کے نام میں بھی ان کا اختلاف ہے۔ بعض مورخین قائل ہیں کہ امام کی دس سے زیادہ اولاد تھی۔ بعض کا خیال ہے کہ چھ سے بھی کم۔ ہم پہلے قول کے موید ہیں۔

اس موقع پر سات باتیں قابل ذکر ہیں۔

(۱) بعض مورخین نے شیر خوار کے نام کی صراحت کر دی ہے جیسے شیخ مفید علیہ الرحمہ۔ علامہ ابن شہر آشوب ابن نما وغیرہم بعض نے صرف ایک طفل شیر خوار کا ذکر کیا ہے۔ نام نہیں لکھا ہے جیسے ابن طاؤس صاحب لہوف وغیرہ۔

(۲) جن مورخین نے شیر خوار کے نام کی صراحت کی ہے ان میں بھی اختلاف ہے۔ بعض مورخین نے کہا ہے۔ کہ ان کا نام عبداللہ تھا۔ جیسے شیخ مفید (ارشاد صفحہ ۲۵۵)

ابن شہر آشوب (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ صفحہ ۸۲)

ابوالفرج اصفہانی (مقاتل الطالبین صفحہ ۸۹)

سبط ابن جوزی (تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۲۶۵)

ابن نما (مثیر الاحزان صفحہ ۴۲)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء نے عبداللہ نام ہونے کی صراحت کی ہے جیسے۔

"مدینۃ المعاجز" "حدائق" "منتخب التواریخ" "منتخب مجالس" "ذکری" "بحار الانوار" "احتجاج" کے مصنفین وغیرہم

اس بنا پر اگر یہ کہا جائے کہ طفل شیرخوار کا نام عبد اللہ ہونے پر علماء کا قریب قریب اجماع ہے تو غلط نہ ہوگا اور یہی قول ہمارے نزدیک راجح ہے کیونکہ زیارت ناحیہ میں خود حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ نے صراحت کی ہے اس فقرہ سے اَلسَّلامُ علی عبد اللہ الرضیع ۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ شیرخوار کا نام علی اصغر تھا۔

فاضل دربندی نے اسرار الشہادۃ صفحہ ۴۷۴) میں اسی کی صراحت کی ہے۔

مازندرانی حائری نے معالی السبطین (جلد ۲ صفحہ ۲۵۸) میں، ابن طلحہ شافعی نے مطالب السئول (صفحہ ۷۲) میں سید محمد علی شاہ عبد العظیم نے واقعہ کربلا (مطبوعہ نجف صفحہ ۱۸) میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

فاضل دربندی نے تو ایک اور نرالی بات لکھی ہے اور وہ یہ کہ شیر خوار کا نام علی اصغرؑ ہی تھا اور عبد اللہ بھی، اس کا پتہ نشان کسی کتاب میں نہیں اور انتہائی عجیب و غریب قول ہے۔

(۳) تیسرا اختلاف مورخین میں یہ ہے کہ علی اکبر کون ہیں اور علی اصغر کون،

شیخ مفیدؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام مظلوم کے فرزندوں میں علی اکبر اصل میں امام زین العابدینؑ ہیں جن کی ماں بنت کسریٰ یزدجرد شہنشاہ فارس تھیں۔ اور عام طور پر جو علی اکبر مشہور ہیں جن کی ماں جناب لیلےٰ ابنت ابی مرہ ثقفیہ تھیں شیخ مفیدؒ کے نزدیک وہ علی اصغر ہیں۔ اصل میں اختلاف اس میں ہے کہ کربلا میں شہید ہونے والے علی کی پیدائیش کب ہوئی۔ ابو الفرج اصفہانی کا قول یہ ہے کہ خلافت عثمان میں پیدا ہوئے (مقاتل الطالبین صفہانی ۸) ابن ادریس علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مزار السرائر میں اس قول کو قوی بتایا ہے۔ اور مشہور علمائے تاریخ و نسب مثلاً بلاذری نسابہ عمری، ابن ابی الازہر، ابن ہمام وغیرہم سے یہی قول نقل کیا ہے۔

علامہ مجلسیؒ نے بھی سید سجادؑ کو علی اوسط قرار دیا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ کربلا میں شہید ہونے والے "علی" امام زین العابدینؑ سے سن میں بڑے ہوئے کیونکہ امام زین العابدینؑ اپنے جد نامدار امیر المومنینؑ کی وفات سے دو برس پہلے پیدا ہوئے تھے۔ اس بنا پر کربلا میں شہید ہونے والے کو علی اکبر کہنا حقیقت ہوگا۔ اکثر مورخین جیسے مسعودی یعقوبی، طبری فرمانی، شعرانی سہیلی، دنیوی بجری، حبان، ابن خلکان، رازسی قمی، طہرانی، طریحی، مالکی، شہید اول، محب طبری وغیرہ کا یہی مسلک ہے اور شیخ مفیدؒ کا خیال یہ ہے کہ علی اکبر اپنے جد گرامی قدر حضرت امیر المومنینؑ کی وفات کے دو برس بعد پیدا ہوئے اس بنا پر حضرت امام زین العابدینؑ ان سے چار برس بڑے ٹھہریں گے (کیونکہ ان کی ولادت امیر المومنین کی شہادت سے دو برس پہلے ہونی مسلم ہے)

مگر یہ قول انتہائی عجیب و غریب ہے۔ علامہ عاملی صاحب وسائل شیعہ نے بھی شیخ مفید ہی کا قول اختیار کیا ہے۔

(۴) بعض علماء مثلاً علامہ ابن شہر آشوب، ابن طلحہ شافعی وغیرہ کا خیال یہ ہے کہ امام زین العابدینؑ علی اوسط ہیں اور علی اصغر امام زین العابدین کے حقیقی بھائی تھے (ایک ہی ماں باپ کی اولاد) (مناقب جلد ۲ صفحہ ۸۲ مطالب السئول صفحہ ۷۲)

علامہ، اردبیلی نے کشف الغمہ اور علامہ مجلسی نے بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۸ پر اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۵) بعض علما مثلاً علامہ اردبیلی مجلسی وغیرہ کا خیال ہے کہ امام حسینؑ کے تین فرزندوں کا نام علی اکبر، علی اوسط علی اصغر تھے (بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۸)

(۶) علامہ ابن قتیبہ نے معارف صفحہ ۹۲ پر لکھا ہے کہ علی اصغر کنیز کے بطن سے تھے۔ اور امام زین العابدین کے حقیقی بھائی نہ تھے۔

(۷) سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں لکھا ہے۔

"دشمنوں نے علی ابن الحسینؑ کو صغیر السن جانا اس لیے قتل نہ کیا۔"

امام مظلوم کے کتنے فرزند مقتول ہوئے

واقعۂ کربلا کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مظلوم کے ۵ بچے دس محرم کو محض تیروں سے شہید ہوئے دشمنوں سے جنگ کر کے صرف علی اکبر شہید ہوئے۔

کتابوں سے اتنے نام امام مظلوم کے فرزندوں کے ملتے ہیں

جو شہید ہوئے۔

(۱) عبداللہ شیر خوار ان کی عمر چھ ماہ کی تھی۔ ان کی والدہ ماجدہ رباب بنت امراۃ القیس تھیں۔

انھیں کے حالات زندگی ہم ان اوراق میں بیان کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کیونکر شہید ہوئے۔ علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے عنقریب اس کی تفصیل آئے گی۔

دیکھئے ارشاد شیخ مفید۔ مقاتل الطالبین۔ نفس المہموم ناسخ التواریخ، القمقام۔ نظم الزہراء۔ شیر الاحزان، مناقب، معالی وغیرہ۔

(۲) عبداللہ الاکبر۔ امام مظلوم جب گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو یہ خیمہ سے نکل کر امام کے پاس پہونچ گئے تھے۔ انھوں نے امام کو خاک پر جو دیکھا تو سمجھے کہ سو رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے کو حضرت کے جسد مبارک پر گرا دیا اس وقت بنی اسد کے ایک شخص نے پکڑ کر ذبح کر دیا۔

(دیکھئے اسرار الشہادۃ۔ اخبار الدول و آثار الدول المعانی وغیرہ)

(۳) علی اوسط۔ ایک تیر لگنے سے بروز عاشورہ شہید ہوئے

(نور الابصار شبلنجی لعبقۃ الطالب وغیرہ۔

(۴) علی اصغر۔ یہ اپنے پدر عالی مقدار کے سامنے شہید ہوئے
یہ کمسن بچے تھے۔ ایک تیر آیا اس نے ہلاک کر دیا۔ بعض لوگوں کا بیا
ہے کہ اس وقت ان کی عمر سات برس کی تھی۔ بعض نے کہا ہے کہ
چار برس کی تھی (مطالب السئول صفحہ ۷۳ تاریخ المعصومین صف
۵۰ نقد المحصل صفحہ ۵،۱۷ البحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۸

بعض کا خیال ہے کہ اس وقت ان کی عمر ۱۱ سال کی تھی۔

(۵) ایک بچہ ۱۰ محرم زوال آفتاب کے وقت متولد ہوا جب
امام نماز ظہر سے فارغ ہو کر خیمہ کے دروازہ پر آ کر تشریف فر
ہوئے تو وہ بچہ آپ کے پاس لایا گیا آپ نے گود میں لیا دا
کان میں اذان کہی اور بائیں میں اقامت اور نام عبداللہ رکھ
اٹھا کر منھ چومنا چاہتے تھے کہ عبداللہ بن عقبہ غنوی نے ا
تیر مارا جو حلقوم پر پڑا اور وہ بچہ باپ کے آغوش میں نحر ہو گ
حدائق وردیہ سے یہی منقول ہے صاحب مجالی اور صاح
ذخیرۃ الدارین و صاحب ذکری الحسین نے بھی نقل کیا ہے
بیان کیا جاتا ہے کہ اس بچہ کی ماں ام اسحاق بنت طلحہ تمیمیہ
تھیں جن سے امام مظلوم نے امام حسن کی وفات کے بعد عقد ک

نام سے مشہور تھیں۔

ان اقوال کی بنا پر امام مظلوم کے چھ فرزند بروز عاشور شہید ہوئے، حضرت علی اکبر کو لے کر علامہ مجلسی نے فرزندان امام مظلوم میں حمزہ۔ زید۔ عمرو۔ اور ابراہیم کا بھی اضافہ کیا ہے علامہ سبط ابن جوزی نے امام حسین کے ساتھ مقتولین کے ذکر میں لکھا ہے۔

ابا بکر بن الحسین امه ام ولد قتله عبد اللہ بن عقبہ الغنوی۔ ابوبکر بن الحسین جن کی ماں ام ولد تھیں انھیں عبداللہ بن عقبہ غنوی نے قتل کیا:

الفرج اصفہانی نے بھی اس کی تائید کی ہے اس بناء پر امام مظلوم کے گیارہ فرزند میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ مگر اس میں اختلاف ہے۔

شیخ مفید اور ابن شہر آشوب نے حضرت کے فرزندوں میں جعفر کا بھی اضافہ کیا ہے۔ اسی طرح ابن طلحہ شافعی۔ ابن صباغ مالکی حر عاملی وغیرہ نے بھی ان دونوں کے نام لکھے ہیں بلکہ بعضوں نے تو عتیق اور محسن کا بھی اضافہ کیا ہے محسن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ صلب میں ساقط ہو گئے تھے: ان تمام ناموں میں اختلاف ہے بہر حال یہ مسلم ہے کہ حضرت امام زین العابدین زندہ

بچے اور انھیں سے امام کی نسل چلی۔

شیر خوار کی عمر

کسی بھی مورخ نے یہ نہیں لکھا کہ وقت شہادت شیر خوار کی عمر کیا تھی۔ البتہ ابو مخنف نے حضرت ام کلثوم سے روایت کی ہے کہ وقت شہادت ۶ ماہ کی عمر تھی اس بناء پر تاریخ ولادت ۱۰ رجب ۶۰ھ قرار پاتی ہے۔ یعنی امام مظلوم کے مدینہ سے روانہ ہونے کے ۱۸ دن پہلے۔

یہ جو مشہور ہے کہ امام حسین بچہ کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر اشقیا کی طرف متوجہ ہوئے اور اشقیا نے تیر مار کر بچہ شہید کر دیا۔ اس شہرت سے بھی ابو مخنف کی تائید ہوئی۔

اگر عبداللہ الرضیع کی ولادت کے متعلق یہ قول اختیار کیا جائے کہ وہ ٹھیک ۱۰ محرم جنگ شروع ہونے کے بعد متولد ہوئے تو تازہ مولود کو پانی کی عموماً اتنی احتیاج نہیں ہوتی کہ وہ شدت تشنگی سے رونے لگے ناممکن نہیں ہے مگر عام طور پر ایسا ہوتا نہیں ہے۔

اسی طرح سات یا چھ برس کی عمر ماننی بھی ذرا دشوار ہے۔ کیونکہ سات یا چھ برس کا بچہ ہاتھ پر اس طرح کب اٹھایا جاتا ہے؟

یہ مشہور قول جو ہے۔ حالہ بین یدیہ و توجہ بہ نحو القوم

اس سے ظاہری طور پر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ عبداللہ الرضیع ان عبداللہ اصغر سے سن میں بڑے تھے۔ جو عین لڑائی کے وقت مقتول ہوئے اور ان علیؑ سے سن میں چھوٹے تھے جن کی عمر کسی سے سات کسی نے گیارہ برس بتائی ہے (جیسا کہ بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۷ میں ہے)۔

سب سے بڑی بات یہ کہ مشہور ہے انہ طفل رضیع وہ ایک طفل شیر خوار تھا۔ اور طفل شیر خوار عام طور پر اسی کو کہتے ہیں۔ جو دو برس سے کم کا ہو۔

شیر خوار کا سلسلہ نسب

شیر خوار کے والد بزرگوار حضرت سید الشہداء امام ہمام حسین بن علی علیہما السلام تھے۔ جو زبان حال سے ارشاد فرماتے ہیں۔

ان کا دین محمد لم یستقم
الا بقتلی یا سیوف خذینی۔

اگر محمد مصطفیٰ کا دین میرے قتل ہی سے سدھر سکتا ہے تو اے تلوارو مجھے لے لو۔

جنہوں نے اپنے پروردگار سے مناجات میں کہا تھا۔ ایسے وقت جب زخموں سے چور چور ریگ گرم پر پڑے تھے۔

ترکت الخلق طراً فی ھوا بکا

وایتمت العیال لکی اراکا

فلو قطعتنی فی الحب اربا

لما مال الفواد الی سواکا

میں نے تیری محبت میں تمام خلائق کو چھوڑ دیا۔ اور تیری ملاقات کی تمنا میں عیال کو بے والی و وارث بنانا منظور کیا۔

اگر محبت میں میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں تب بھی میرا دل ترے غیر کی طرف مائل نہ ہوگا۔

یہاں ہمارا مقصد امام حسینؑ کے فضائل بیان کرنا نہیں۔ ناظرین معتبر ترین کتب اہلسنت، صحاح و مسانید و تواریخ و سیر میں دیکھ سکتے ہیں۔ ہمیں تو یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ اس طفل شیر خوار کا سلسلہ نسب ایسے بزرگ سے وابستہ ہے جو تمام بنی آدم کے سرمایۂ نازو افتخار اور جملہ انبیاء و مرسلین کے سید و سردار ہیں۔ یعنی حضرت سرور کائنات خاتم النبیین محمد مصطفےٰ جو حضرت آدم سے اپنے پدر بزرگوار جناب عبد اللہ تک برابر

طیب و طاہر اصلاب اور پاک و پاکیزہ ارحام میں منتقل ہوتے
ہوئے آئے۔ جس پر قدرت نے یہ کہہ کر لفظ کر دی ہے۔ وتو
کل علی العزیز الذی یراک حین تقوم من مقامک
وتقلبک فی الساجدین اور پیغمبر اور اس طفل شیر خوار میں
کوئی زیادہ فاصلہ نہیں صرف ایک دو پشت کا فاصلہ ہے
پیغمبر کی بیٹی فاطمہ زہرا ان کے فرزند امام حسینؑ۔ امام حسینؑ
کا جگر بند یہ طفل شیر خوار۔ جناب عبدالمطلب تک پہونچ کر پیغمبر
اور اس طفل شیر خوار دونوں کا سلسلہ نسب ایک ہو جاتا ہے۔
پیغمبر خدا کی ایک حدیث ہے۔ من لم یعرف نسبی الی عدنان
فھو ناقص الایمان۔ جو شخص عدنان تک میرا سلسلۂ نسب یاد
نہ رکھے وہ ناقص الایمان ہے۔ ایک دوسری حدیث ہے اذا وصل
نسبی الی عدنان فقفوا ولا تجاوزوا جب میرا سلسلۂ نسب
عدنان تک پہونچ جائے تو رک جاؤ آگے نہ بڑھو۔
پیغمبرؐ نے اپنے آباء کرام کی معرفت رکھنے کا حکم اس لیے دیا
کہ پیغمبر کے مغز زگھرانے کی معرفت حاصل ہوگی اور یہ معلوم ہوگا
کہ اس شریف گھرانے نے نوع بشری کی ہر ممکن خدمت کی
انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے کیا کیا کارنامے انجام دیئے۔

دوسری حدیث میں پیغمبرؐ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم عدنان سے تجاوز نہ کریں۔ یہ اس لیے تاکہ ہم اس نقطہ پر پہونچ کر ٹھہر جائیں جہاں تک تمام علمائے انساب کا اتفاق ہے چنانچہ عدنان تک پیغمبرؐ کے سلسلۂ نسب میں تمام مورخین متفق ہیں البتہ عدنان سے آگے چل کر جناب آدمؑ تک بلکہ جناب ابراہیمؑ تک سلسلۂ نسب میں مورخین متفق نہیں۔ ہم اس سلسلۂ نسب کو عبداللہ الرضیع سے ملاکر درج کرتے ہیں۔

(۱) عبداللہ الرضیع بن الامام حسینؑ۔

(۲) الحسین بن علی۔

(۳) علی ابن ابی طالب۔

(۴) جناب ابوطالب۔

(۵) عبدالمطلب بن ہاشم

(۶) ہاشم بن عبدمناف

(۷) عبدمناف بن قصیٰ۔

(۸) قصی بن کلاب۔

(۹) کلاب مرہ

(۱۰) مرہ بن کعب۔

(۱۱) کعب بن لوئی۔

(۱۲) لوئی بن غالب۔

(۱۳) غالب بن فہر

(۱۴) فہر بن مالک

(۱۵) مالک بن نضر

(۱۶) کنانہ بن خزیمہ

(۱۷) خزیمہ بن مدرکہ

(۱۸) مدرکہ بن الیاس۔

(۱۹) الیاس بن مضر۔

(۲۰) مضر بن نزار

(۲۱) نزار بن معد۔

(۲۲) معد بن عدنان

ان میں سے ہر فرد اپنے زمانہ میں رئیس و سردار قوم اور اخلاق و کمالات میں بے نظیر تھا۔

شیر خوار کا ننھیال

(۱) جناب رباب (مادر شیر خوار) کے والد امری القیس کلبی

تھے۔ جو ابن طے کے نام سے مشہور ہیں۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ حاتم طائی اور اس کے بنی اعماں بنولام بن ظریف میں نزاغ واقع ہوئی حاتم نے اپنا گھوڑا اور بنولام نے ۹ گھوڑے امرئ القیس کے پاس رہن رکھے اس وقت تک کے لیے کہ حیرہ کے میلے میں سب شریک ہو کر مقابلہ کریں جو جیت جائے وہ رہن کے تمام گھوڑے حاصل کر لے۔

عبداللہ ارضیع
|
رباب
|
امراء القیس بن عدی۔
|
عدی بن اوس۔
|
اوس بن جابر
|
جابر بن کعب
|
کعب بن علیم
|
علیم بن جناب
|
جناب بن کلب

شیر خوار کی مادر گرامی

رباب بنت امرا القیس بن عدی الکلبیہ ہیں جن کے متعلق علامہ

ابن اثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

کانت الرباب من خیرات النساء وافضلھن جناب رباب منتخب روزگار اور افضل ترین خواتین سے تھیں۔ (تاریخ ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۰۱)۔

شیرخوار کی دادیاں

(۱) حضرت سیدہ نساء عالمین لصعنۃ الرسول فاطمۃ الزہراؑ (مادر امام حسینؑ)

(۲) فاطمہ بنت اسد (مادر علی ابن ابی طالب) جن کے متعلق پیغمبر خدا کا ارشاد ہے کہ ابوطالب کے بعد وہی میرے لیے سب کچھ تھیں۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۸۰)۔

(۳) فاطمہ بن عمرو بن عائدہ بن عبداللہ بن عمران بن مخزوم بن لقبیطہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر (جناب ابوطالب اور جناب عبداللہ پدر (حضرت محمد مصطفےٰ کی والدہ ماجدہ)

یہاں آکر شیر خوار کا نسب پیغمبرؐ کے نسب سے مل جاتا ہے کیونکہ یہ فاطمہ بنت عمرو جناب عبدالمطلب کی زوجہ اور ابوطالب و عبداللہ کی ماں تھیں۔

شیر خوار کی نانیاں ۔ (۱) جناب رباب کی والدہ ہند الہنود

بنت الربیع بن مسعود بن مصار بن حصین بن کعب بن علیم بن جناب الکلبی۔

(۲) ہند الهنود کی ماں بیسون بنت حارثہ بن اخت اوس بن حارثہ بن الام الطائیؒ۔

شیر خوار کی شہادت کے اسباب

کسی نے کہا ہے۔

(حسینؑ کشتہ اندر سقیفہ)

حقیقت بھی یہی ہے کہ امام مظلوم اور ان کی اولاد اعزا اور رفقائے انصار کے قتل کی ذمہ داری صرف یزید بن معاویہ ہی پر نہیں بلکہ اصل ذمہ دار وہ لوگ تھے جنھوں نے یزید کو اس کا موقع دیا۔ جنھوں نے ایسے حالات پیدا کیے کہ یزید ایسا شخص خلیفۃ المسلمین قرار پائے۔

ایک ہاشمی سے لوگوں نے پوچھا کہ امام حسینؑ کب قتل کیے گئے؟ تو جواب دیا کہ وہ تو درحقیقت سقیفہ بنی ساعدہ ہی کے دن ذبح کر دیئے گئے۔

(کتاب الفاظ الکنابیہ طبع بیروت صفحہ ۱۴۳)

زمانہ حال کے شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی نے لکھا ہے۔

سخت افسوس کی بات ہے کہ اہل بیت نبوی کو پیغمبرؐ صاحب کی وفات کے بعد ہی ایسے ناملائم اتفاقات پیش آئے کہ ان کا ادب و لحاظ جو ہونا چاہیئے تھا اس میں ضعف آگیا۔ اور رشدہ رشدہ منجر ہوا اس ناقابل برداشت واقعۂ کربلا کی طرف جس کی نظیر تاریخ میں مشکل ہے۔ (رویائے صادقہ)۔

شبیر خدا در راہ شہادت میں

معاویہ کی وصیت۔ جب معاویہ کے مرنے کا وقت قریب آیا تو انھوں نے چاہا کہ عرب کی تباہی کی رہی سہی کسر بھی پوری کر دی جائے چنانچہ انھوں نے اپنے شراب خوار و بدکار بیٹے یزید بن معاویہ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ مرتے وقت انھوں نے یزید کو ایک وصیت بھی کی جسے اور تو کوئی نہیں سمجھا ہاں یزید نے خوب سمجھا اور اس کی پوری تعمیل کی ان کی وصیت کی لفظیں تھیں۔

"دیکھو حسینؑ کو رسول اللہ سے جو قرابت ہے اس سے خبردار

رہنا۔ بیٹے مجھے صرف تین شخصوں کے متعلق اندیشہ ہے کہ وہ حتی الامکان تیری مخالفت کریں گے۔

(۱) عبداللہ بن عمر۔ یہ تیرے ساتھ ہیں انھیں ملائے رکھ اور اپنے سے جدا نہ ہونے دینا۔

(۲) عبداللہ بن زبیر۔ اگر تیرا قابو اس پر چل جائے تو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا وہ اس طرح تیری تاک میں رہے گا جس طرح شیر اپنے شکار کی تاک میں بیٹھتا ہے اور تیرے ساتھ اس طرح پیش آئے گا۔ جس طرح لومڑی کتے کے ساتھ۔

(۳) حسین ابن علی ابن ابی طالب۔ انھیں رسول اللہ سے جو نسبت ہے وہ تجھے معلوم ہے وہ رسول اللہ کے خون اور گوشت سے ہیں۔

وصیت کی تکمیل۔ "یزید نے حاکم مدینہ کو تاکیدی خط لکھا یہ میرا خط (ان تینوں اشخاص کو) پڑھ کر سناؤ ان میں سے اگر کوئی بیعت سے انکار کرے تو جواب خط کے ساتھ اس کا سر بھیجو۔"!

ولید حاکم مدینہ نے عمرو بن عثمان کے ذریعہ مذکورہ بالا افراد کے پاس یزید کا پیغام بھیجا۔ ابن زبیر نے تو یہ جواب دیا کہ میں

ہرگز یزید کی بیعت نہ کروں گا۔ عبداللہ بن عمر نے یہ کیا کہ گھر میں جا کر بیٹھ رہے اور دروازہ بند کر لیا۔ امام حسینؑ نے کہا میں پہلے ولید سے ملنا چاہتا ہوں۔ مل کر ہم سوچیں گے کہ خلافت کا کون زیادہ حقدار ہے۔

ولید، مروان بن حکم اور امام حسینؑ میں بہت سی باتیں ہوئیں جنھیں ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں مختصراً یہ کہ امام نے ولید سے کہا یزید علانیہ فاسق و فاجر ہے اور میرا ایسا شخص یزید ایسے بدکار کی ہرگز بیعت نہیں کر سکتا۔

ولید نے یزید کو خط لکھا۔

حسینؑ آپ کو خلافت کے لائق نہیں سمجھتے اور نہ بیعت کرنا چاہتے ہیں، اب جیسا حکم ہو"

یزید نے جواب میں لکھا۔

جب تمہیں میرا یہ خط ملے تو فوراً حسینؑ کا سر قطع کر کے جواب خط کے ساتھ روانہ کر دو"

ولید نے یہ خط پڑھ کر کہا۔ خدا کی قسم مجھ سے تو ہرگز یہ نہ ہوگا کہ اپنے ہاتھ سے رسول کے نواسہ کو قتل کردں چاہیے اس کے عوض یزید مجھے ساری دنیا کیوں نہ دیدے"

ولید نے اتنی دیر لگائی کہ امام مظلوم نانا کی قبر کی زیارت کو گئے قبرستان بقیع میں جاکر ماں بھائی کے قبروں کی زیارت کی بنی ہاشم کی عورتوں کو رخصت کیا اور مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے مکہ پہونچے جو حرم محترم تھا۔ وہاں ہم چھیئے کچھ دن مقیم رہے۔ اس عرصہ میں بارہ ہزار خط باشندگان کوفہ کے آپ کے پاس آئے کہ ہم بے امام ہیں یہاں آکر ہماری ہدایت و رہبری کیجئے۔ آپ نے اپنے ابن عم جناب مسلم کو روانہ کیا۔

یزید کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ مدینہ سے چل کر مکہ آگئے ہیں اس نے ولید کو مدینہ کی گورنری سے معزول کر کے اس کی جگہ عمرو بن سعید اشدق کو مقرر کیا جو تمام بنی امیہ میں بڑا ظالم اور بے رحم تھا۔ یزید نے اسے موسم حج کا افسر بھی مقرر کیا اور ۳۰ آدمیوں کو حاجیوں کے بھیس میں بھیجا کہ موقع پاکر امام مظلوم کو قتل کر ڈالیں یا کر دیا جاہے آپ خانہ کعبہ کے پردوں ہی سے کیوں نہ وابستہ ہوں عمرو لشکر سمیت روانہ ہوا جب وہ مکہ کے قریب پہونچا تو بروز ترویہ حج کو عمرہ سے بدل کر امام مظلوم مکہ سے چل کھڑے ہوئے اور وہاں رکے نہیں کہ کہیں ناگہانی طور پر شہید نہ کر ڈالے جائیں اور اس طرح ہماری وجہ سے خانہ کعبہ کی حرمت ضائع و برباد ہو جائے

عمرو بن سعید کو مکہ پہونچنے پر جب معلوم ہوا کہ امام مظلوم یہاں سے جا چکے ہیں تو اس نے اپنے سپاہیوں کو پیچھا کرنے کا حکم دیا مگر آپ آگے بڑھ چکے تھے۔ اس کے ہاتھ نہ آئے۔ انھیں دنوں عبد اللہ بن ابی جعفر بن ابی طالب نے اپنے بیٹوں عون و محمد کے ہاتھ آپ کو خط بھیجا۔ جس میں انھوں نے اہل عراق کے متعلق اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ اور قسم دی تھی کہ آپ ان کے یہاں نہ جائیں اور میں خود اس کے پیچھے آ رہا ہوں۔ عبد اللہ حاضر خدمت ہوئے ان کے ساتھ یحیٰی بن سعید بھی تھا۔ جسے عمر نے خط دے کر حضرت کے پاس روانہ کیا تھا خط میں اس نے لکھا تھا آپ ہمارے پاس آجائیے ہمارے یہاں آپ کو امان رہے گی۔ اور ہم حق قرابت بھی ادا کریں گے۔" امام مظلوم عبد اللہ بن جعفر کی بہ نسبت غداروں کے حال سے زیادہ واقف تھے آپ نے فرمایا بہترین امان خدا کی امان ہے اور جو شخص دنیا میں خدا کا خوف نہ کرے گا۔ آخرت میں اسے خدا کی امان نصیب نہ ہوگی ہماری دعا ہے کہ دنیا میں ہم خدا سے ڈرتے رہیں تاکہ قیامت میں اس کی امان ہمیں نصیب ہو۔

منازلِ آلام

(۱) تنعیم۔ مکہ سے چل کر امام مظلوم کا قافلہ منزل تنعیم پر پہونچا جو مکہ اور سراف کے درمیان ایک موضع ہے مکہ سے پھر فرسخ دور۔ وہاں اہل یمن کا ایک قافلہ ملا جو شام کی طرف جارہا تھا۔ امام نے قافلہ والوں سے کہا تم میں سے جو ہمارے ساتھ چلنا پسند کرے ساتھ ہو جائے۔ بعض لوگ آپ کے ساتھ ہو گئے۔

(۲) صفاح۔ وہاں سے چل کر یہ قافلہ صفاح پہونچا وہاں مشہور شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی۔ ساتھ میں ان کی ماں بھی تھیں۔ فرزدق جس وقت امام کے پاس آئے آپ تلاوت قرآن میں مشغول تھے۔ امام مظلوم اور فرزدق میں حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

فرزدق۔ فرزند رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان اس قدر عجلت کا باعث کیا ہوا آپ نے فریضہ حج بھی ادا نہ کیا

امام مظلوم۔ اگر میں عجلت نہ کرتا۔ تو گرفتار ہو جاتا۔ تمہاری تعریف ؟"

فرزدق۔ میں عرب کا ایک باشندہ ہوں۔

امام مظلوم۔ یہ بتاؤ تمہارے پیچھے لوگوں کی کیا خبر ہے؟

فرزدق۔ آپ خبر کیا پوچھتے ہیں۔ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں۔ ان کی تلواریں آپ کے خلاف کھنچی ہوئی ہیں قضائے الٰہی آسمان سے نازل ہونے کو ہے وہ جو چاہے کرے۔

امام مظلوم۔ سچ کہتے ہو۔ خدا ہی کے ہاتھ میں تمام امور ہیں ہمارا پروردگار ہر دن نئی شان میں ہے۔ اگر قضائے الٰہی ہماری پسند کے موافق ہوئی تو ہم اس کی نعمتوں پر شکر ادا کریں گے اور اگر قضائے الٰہی ہمارے اور ہماری امیدوں کے درمیان حائل ہوئی تو نیت جس کی حق اور تقویٰ جس کی فطرت ہوگی وہ رحمت الٰہی سے دور نہ ہوگا۔

فرزدق۔ بجا فرماتے ہیں۔ خداوند عالم آپ کو مرادوں پہونچائے اور مکروہات سے محفوظ رکھے۔

پھر فرزدق نے چند شرعی مسائل دریافت کیے اس کے بعد سواری موڑ کر اور سلام کر کے رخصت ہو گئے۔

(۳) ذات عرق۔ وہاں سے چل کر امام مظلوم ذات عرق میں پہونچے۔ یہاں بشر بن غالب سے ملاقات ہوئی جو عراق سے

آرہا تھا۔ آپ نے پوچھا اہل عراق کو کس حال میں چھوڑا البشر
جواب دیا۔ میں نے اس حال میں چھوڑا کہ لوگوں کے دل آپ
کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔" آپ
نے فرمایا" سچ کہتے ہو خدا جو چاہے گا ہو کر رہے گا۔"

پھر جعفر بن سلیمان سے ملاقات ہوئی جعفر نے بعد سلام ع
کیا۔ فرزند رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان اس لیے آپ
گیاہ زمین پر آپ کا قیام کیسے؟ آپ نے فرمایا۔ بنی امیہ نے مد
میں رہنا محال کر دیا، کوفہ والوں نے یہ اتنے خطوط بھیج کر ہم
بلایا ہے۔ مگر وہی کوفہ والے ہمیں قتل کریں گے اور جب و
ایسا کریں گے تو ذلیل و خوار ہو کر رہ جائیں گے۔

(۴) ثعلبیہ۔ پھر آپ کا قافلہ منزل ثعلبیہ پر آ کر رکا۔ یہ
امام اتر پڑے یہاں آپ نے کچھ دیر استراحت فرمائی۔ خواب
دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے۔ تم لوگ چلتے ہو اور موت
تمہیں جنت کی طرف لے جا رہی ہے۔ آپ یہ کہتے ہوئے خواب
بیدار ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اس موقع پر امام مظلو
اور جناب علی اکبر میں بڑی معرفت خیز گفتگو ہوئی۔ علی اکبر نے
کہا بابا جان کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ امام مظلوم نے فرمایا۔ ہاں با

جگر ہم حق پر ہی ہیں اور اسی کی طرف سارے بندوں کی بازگشت ہے۔ علی اکبر نے کہا تب ہمیں موت کی کیا پروا۔ امام نے فرمایا خدا تمہیں جزائے خیر دے۔

اس شیریں کلامی اور دل آویز اسلوب سے سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ناواقف افراد بھی سمجھ لیں ورنہ علی اکبر کو سوال کرنے کی حاجت نہ تھی۔ وہ پہلے ہی سے سمجھتے تھے۔ کہ ہمارے پدر بزرگوار کی ہر نقل و حرکت حق کی ترجمانی ہے جناب علی اکبر امام مظلوم کے اس فقرہ کو پہلے ہی سن چکے تھے "میں نہ فتنہ و فساد پھیلانے کے لیے نکلا ہوں نہ بڑائی جتانے کے لیے میں تو صرف اپنے نانا کی امت کی اصلاح و درستی کے لیے نکلا ہوں"

امام مظلوم اور آپ کے رفقاء نے وہ رات وہیں ثعلبہ میں گذاری اسی جگہ وہب بن عبداللہ جناب کلبی اور ان کی ماں اور بیوی امام مظلوم کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ امام اور مادر وہب میں کچھ گفتگو ہوئی جسے ارباب سیر و مقاتل نے ذکر کیا ہے صبح جب ہوئی تو قبیلہ اسد کا ایک شخص کوفہ کا رہنے والا آ کر امام سے ملا اس نے منت و سماجت کی کہ حضور مکہ سے باہر

نہ جائیں۔ آپ نے فرمایا "اے ابو ہرہ بنی امیہ نے میرا سارا مال ومتاع لے لیا۔ ہم نے صبر کیا ہجیں و شنام دی ہم نے صبر کیا اب وہ ہماری جان کے خواہاں ہیں۔ مجبور ہو کر میں نکل کھڑا ہوا اگر وہ مجھے ضرور قتل کرا کے رہیں گے اور پھر قوم سبا سے بھی بڑھ کر ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔"

(۵) الحاجر۔ ثعلبیہ سے قافلہ چل کر حاجر پہونچا یہاں سے امام مظلوم نے قیس بن مسہر دیداوی کو خط دے کر کوفہ والوں کی طرف روانہ کیا ابھی تک آپ کو جناب مسلم کی شہادت کی خبر نہ ملی تھی۔ خط میں آپ نے لکھا تھا "مجھے مسلم بن عقیل کا خط ملا جس میں انھوں نے مجھے لکھا ہے۔ کہ تم لوگ ہماری نصرت کرنے اور ہمارا حق حاصل کرنے پر متفق ہو میں بروز ترویہ مکہ سے تمہارے یہاں کا قصد کر کے چل کھڑا ہوا ہوں۔"

قیس خط لیے روانہ ہوئے یہاں تک کہ قادسیہ پہونچے وہاں حسین بن نمیر ابن زیاد کی طرف سے متعین تھا۔ اس نے قیس کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔ تلاشی کے قبل ہی قیس نے خط چاک کر کے برباد کر دیا تھا۔ قیس کے پہونچنے پر ان میں اور ابن زیاد میں جو گفتگو ہوئی وہ بھی ذکر کے قابل ہے۔

ابن زیاد۔ کون ہو تم؟

قیس۔ امیر المومنین علیؑ اور ان کے فرزند حسینؑ کے شیعوں میں سے ایک شخص ہوں۔

ابن زیاد۔ تم نے خط کیوں چاک کر ڈالا۔

قیس۔ تاکہ تم اس کے مضمون سے واقف نہ ہو سکو۔

ابن زیاد۔ وہ خط کس کا لکھا ہوا تھا۔ اور کس کے نام تھا۔

قیس۔ امام حسینؑ کی طرف سے کوفہ کے کچھ معززین کے نام تھا جن کے نام میں نہیں جانتا۔

ابن زیاد غصہ سے آگ بگولا ہو گیا۔ اور اس نے کہا جب تک تم ان لوگوں کے نام نہیں بتاؤ گے رہائی نہیں ملے گی۔ ہاں ایک صورت رہائی کی ہے کہ تم منبر پر جاؤ اور حسینؑ اور ان کے پدر و برادر پر سب و شتم کرو ورنہ میں تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔ اس مرحلہ پر پہونچ کر قیس کو اندازہ ہوا کہ میں سخت مشکل میں پھنس گیا ہوں اگر نام بتاتا ہوں۔ تو وہ سب کے سب معززین کوفہ یقینی طور پر قتل کر دیئے جائیں گے اور پھر میری مخلصی بھی ناممکن ہے۔ انھوں نے جواب دیا جن لوگوں کے نام وہ خط تھا۔ ان کے نام نہ تو میں جانتا ہوں اور نہ بتا سکتا

ہوں، رہ گیا حسینؑ پر سب وشتم تو اس کے لیے تیار ہوں، یہ کہہ کر وہ منبر پر گئے حمد و ثنائے الٰہی بجالائے پیغمبرؐ پر درود بھیجا حسنؑ و حسینؑ کے لیے دعائے رحمت کی، اس کے بعد ڈپٹ کر کہا لمے کوفہ والو میں حسینؑ کا قاصد ہوں، اور تمہارے نام ان کا پیام لے کر آیا ہوں۔ میں نے انھیں حاجر میں چھوڑا تھا۔ تم ان کی مدد کے لیے کمربستہ ہو جاؤ۔ پھر انھوں نے باآواز بلند کہا۔ خدا لعنت کرے زیاد و ابن زیاد پر، خدا لعنت کرے بنی امیہ کے اوباشوں پر فرداً فرداً۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ انھیں دارالامارہ کی چھت پر لیجا کر گرا دیا جائے حکم کی تعمیل ہوئی قیس گرا دیئے گئے اور ان کی ہڈی پسلی چور ہو گئی ابھی ان میں رمقے جان باقی ہی تھی۔ کہ جلاد سعون عبدالملک لمی نے آگے بڑھ کر انھیں ذبح کر دیا۔

حسینی قافلہ حاجر سے روانہ ہو کر ایک چشمہ سے گذرا وہاں عبداللہ بن مطیع عدوی سے ملاقات ہوئی امام میں اور ان میں کچھ گفتگو بھی ہوئی جسے ہم بہ نظر اختصار ترک کرتے ہیں۔

ابن زیاد نے شام اور بصرہ کے راستوں پر جاسوس مقرر کر دیئے تھے جو نہ کسی کو آنے دیتے اور نہ جانے دیتے امام

مظلوم آگے بڑھ کر منزل۔

(۶) خزیمہ پر اتر پڑے یہاں ایک رات ایک دن مقیم رہے یہاں سے چل کر زرود سے کچھ پہلے ایک چشمہ پر پہونچے وہاں زہیر بن قین سے ملاقات ہوئی اور وہ امام کے ساتھ ہو گئے۔

(۷) زرود۔ پھر آپ زرود میں پہونچے یہاں عبداللہ اسدی اور اس کے رفیق منذر سے ملاقات ہوئی۔ بکر بن شعبہ اسدی کوفہ سے آتا ہوا نظر آیا۔ امام نے چاہا کہ اس سے جناب مسلم کی خیریت دریافت کریں مگر وہ راستہ کترا کر نکل گیا۔ عبداللہ و منذر آگے بڑھ کر اس سے ملے اپنا تعارف کرایا اور اس سے کوفہ والوں کا حال پوچھا۔ بکر بن شعبہ نے بتایا کہ میں کوفہ سے اس وقت چلا تھا جب مسلم و ہانی شہید کیے جا چکے تھے اور ان کے پیروں میں رسیاں باندھ کر بازاروں میں گھسیٹا جا رہا تھا عبداللہ و منذر واپس آکر پھر امام کے ساتھ ہو گئے۔ شام کے وقت یہ قافلہ۔

(۸) منزل زبالہ پر پہونچا امام نے وہاں قیام کیا تا کہ تکان سفر دور ہو جائے عبداللہ اور منذر امام کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام کے بعد عرض کیا ہم ایک خبر آپ کو پہونچانا چاہتے ہیں۔

اگر کہئیے تو مجمع میں بیان کر دیں ورنہ تنہائی میں۔ امام نے اصحاب پر نظر ڈالی اور فرمایا ان لوگوں سے کوئی بات پردہ نہیں جو کچھ کہنا چاہتے ہو بیان کرو۔ ان دونوں نے کہا کہ آپ کو وہ سوار یاد ہوگا جو راستہ میں ملا تھا۔ امام نے فرمایا ہاں اور میں نے چاہا بھی تھا کہ اس سے کچھ حال کوفہ کا دریافت کروں۔ ان دونوں نے کہا۔ ہم نے یہ خدمت انجام دیدی ہے وہ ہمارے ہی قبیلہ کا آدمی ہے اور معتبر و راست گفتار ہے اس نے ہم لوگوں کو بتایا کہ مسلم و ہانی شہید کر ڈالے گئے۔ امام نے صیحہ بلند کیا اور ارشاد فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا ان دونوں پر اپنی رحمت نازل کرے۔

مسلم کی شہادت کی خبر سن کر بنو عقیل میں ماتم برپا ہو گیا امام ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بھائیوں مسلم شہید ہو چکے اب تمہاری کیا رائے ہے۔ انھوں نے کہا۔ ہم ہرگز نہ پلٹیں گے ہم اپنا انتقام لیں گے۔ یا اپنے بھائی کی طرح مر جائیں گے۔

امام نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ تم میں سے جو تلوار کی آنچ اور نیزہ کا گھاؤ سہ سکے وہ تو ہمارے ساتھ رہے ورنہ ہم سے جدا ہو جائے اس تقریر کو سن کر جو لوگ طمع دنیا میں ساتھ

ہو گئے تھے۔ وہ جدا ہو گئے۔ اور آپ کے ساتھ وہی لوگ رہ گئے۔ جو مکہ سے ساتھ چلے تھے۔ پھر قافلہ روانہ ہوا اور آگے بڑھ کر۔

(۹) بطن عقبہ۔ میں قیام ہوا۔ یہاں عمرو بن لوذان عکرمی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کوفہ جانے کی مخالفت کی اور کہا کہ دل تو ضرور آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں آپ کے خلاف ہیں امام نے فرمایا یہ لوگ بغیر میری جان لیے چھوڑیں گے نہیں چاہے میں زمین کی تہوں میں کیوں نہ جا چھپوں اور جب وہ ایسا کریں گے تو خداوند عالم ان پر ایک ایسے ظالم و قاہر کو مسلط کرے گا۔ جو انھیں ذلیل و خوار کر کے رکھ دے گا۔ پھر وہاں سے آپ روانہ ہو کر۔

(۱۰) شراف میں پہونچے یہاں سے تھوڑی دیر اور آگے بڑھے ہوں گے کہ قادسیہ کی طرف سے حر ہزار سواروں کے ساتھ آپہونچا ٹھیک دوپہر میں آپ۔

(۱۱) ذوات ذی حشم پر پہونچ کر ٹھہر گئے حر اور اس کی سپاہ پیاس سے جاں بلب تھی رحیم و کریم امام نے سب کو پانی سے سیراب کیا یہاں تک کہ ان کے گھوڑوں کو بھی۔

مجبر العقول شفقت و کرم ۔ ابن طعان محاربی کہتا ہے کہ میں حر کے رسالہ میں تھا۔ اور سب کے آخر میں پہونچا۔ شدت تشنگی سے میرا حال غیر تھا امام نے مجھے دیکھ کر فرمایا انخ الراویہ میں مطلب نہیں سمجھ سکا آپ نے پھر فرمایا یا ابن اخی انخ الجمل بھائی کے بیٹے اونٹ بٹھا دو۔ اس کے بعد میں پانی پینے لگا مگر گھبراہٹ میں مشک کا دہانہ ٹھیک سے نہ پکڑ سکا اور پانی بہنے لگا امام نے اٹھ کر بہ نفس نفیس دہانہ ٹھیک کیا اور میں نے سیر ہو کر پانی پیا اور میرے ساتھ ہی میرے گھوڑے نے بھی پانی پیا پھر امام مظلوم نے نماز پڑھی دوست دشمن سب نے آپ کی اقتدا کی نماز سے فارغ ہو کر آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا۔

"اے لوگو! میں خدا سے بھی اور تم سے بھی اپنا عذر بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ میں خود سے نہیں آیا بلکہ اس وقت آیا جب کہ تمہارے خطوط آئے اور تمہارے قاصد میرے پاس تمہارا پیام لے کر پہونچے کہ جلد تشریف لائیے ہم بغیر امام کے ہیں۔ امید ہے کہ آپ کے آنے کے بعد خدا آپ کے ذریعہ ہمیں ہدایت اور راہ حق پر مجتمع کر دے اب اگر تم لوگ اپنی بات بات پر قادر ہو

(اور میری ضرورت سمجھتے ہو تو میں آگیا ہوں مجھ سے عہد و پیمان اور قول و قرار کرو تاکہ مجھے اطمینان رہے اور اگر تم ایسا کرنا نہیں چاہتے اور میرا آنا تمہیں ناپسند ہے تو میں جہاں سے آیا ہوں وہاں پلٹ جاؤں"۔

اس کے بعد یہ قافلہ۔

(۱۲) بیضہ۔ پر پہونچا۔ یہاں بھی امامؑ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ بعد حمد و ثنائے الٰہی کہا۔

"اے لوگو! پیغمبر نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے بادشاہ کو دیکھے جو ظالم، حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو حلال سمجھنے والا۔ عہد و پیمان الٰہی کو توڑنے والا سنت رسول کا مخالف اور بزرگان خدا سے ظلم و جور کا برتاؤ کرنے والا ہو اور اسے دیکھنے کے بعد نہ تو قول سے اس کی مخالفت کرے نہ فعل سے تو خداوند عالم پر فرض ہوگا کہ جو اس بادشاہ کا ٹھکانا ہو (یعنی جہنم) وہی اس کا بھی ٹھکانا قرار دے دیکھو یہ لوگ (یعنی بنی امیہ) انھوں نے شیطان کی اطاعت اپنے لیے لازم کر لی ہے۔ اور خدا کی اطاعت سے منحرف ہو چکے ہیں انھوں نے فساد پھیلایا حدود الٰہی معطل کر دیئے خراج سلطنت کو اپنا خاص مال قرار دے

لیا حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کیا ہے اور میں ان کے خلاف آواز بلند کرنے کا سب سے زیادہ حقدار ہوں کیونکہ مجھے پیغمبرؐ سے قرابت کا شرف حاصل ہے۔ میرے پاس تمہارے خطوط پہونچے اور تمہارے قاصد یہ پیغام لے کر آئے کہ تم نے میری بیعت کی ہے اور یہ کہ تم مجھے تنہا نہ چھوڑو گے اور نہ ترک نصرت کرو گے۔ پس اگر تم نے میری بیعت کی ہے اس میں وفاداری سے کام لیا تو فائدہ میں رہو گے۔ میں ہوں حسین علی کا فرزند فاطمہ بنت پیغمبر کا لال میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے میرے اہل وعیال تمہارے اہل وعیال کے ساتھ ہیں اور تمہیں ہر حال میں میرا شریک رہنا ہوگا۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور سابق میں جو عہد و پیمان تم نے کئے ہیں انھیں توڑ ڈالا اور میری بیعت سے پھر گئے تو یہ تم سے کچھ بھی بعید نہیں یہی سلوک تم میرے باپ میرے بھائی اور میرے چچا کے بیٹے مسلم بن عقیل کے ساتھ کر چکے ہو دھوکا کھانے والا وہی ہے جو تمہارے دھوکے میں آجائے تم نے اپنے فائدے پر لات ماری اپنے نصیب کو ضائع کر دیا اور جس نے عہد و پیمان شکنہ کیا اس نے اپنے ہی کو نقصان پہونچایا اور عنقریب خدا تم سے بے نیاز کر دے گا۔ تم پر سلام

خدا کی رحمت ہو برکت ہو۔"

یہاں سے چل کر۔

(۱۲) عذیب الھجانات میں پہونچے یہاں عمرو بن خالد سعد و نافع بن ہلال مجمع بن عبد اللہ عائذی سے ملاقات ہوئی امام نے ان لوگوں سے اہل کوفہ کے متعلق پوچھا۔ مجمع نے کہا "کوفہ کے اشراف ورؤسا و قبائل کو بڑی بڑی رشوتیں دے کر ہموار کر لیا گیا ہے وہ آپ کے شدید مخالف بن چکے ہیں۔ رہ گئے بقیہ لوگ تو ان کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہوں گی۔"

یہاں سے چل کر۔

(۱۳) قصر بنی مقاتل میں قافلہ پہونچا یہاں عبداللہ جعفی سے ملاقات ہوئی۔ امام نے انھیں بھی ساتھ لے لینا چاہا مگر انھوں نے اپنی جان عزیز کی اور ساتھ نہ ہوئے۔ جس کی انھیں عمر بھر ندامت رہی قصر بنی مقاتل سے نکل کر عام شاہراہ چھوڑ کے یہ قافلہ آگے روانہ ہوا حر ساتھ ساتھ لگے ہوئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد کوفہ سے ایک شخص ابن زیاد کا خط لے کر حر کے پاس پہونچا۔ جس میں اس نے لکھا تھا۔

جب میرا یہ خط تمہیں ملے حسین کو پوری طرح مجبور کر دو اور
ایسی ہی جگہ انھیں اترنے دو جو بالکل بے آب وگیاہ ہو اور
پانی موجود نہ ہو۔ میں نے اپنے آدمی کو حکم دیا ہے کہ تمہارے
ساتھ ساتھ رہے۔"

حر نے خط کے مضمون سے امام کو آگاہ کیا اور بے آب وگیاہ
زمین پر اترنے کے لیے مجبور کیا۔ امام نے فرمایا تم نے ہم سے کہا تھا
کہ ہم عام راستہ چھوڑ کر چلیں ہم نے تمہاری بات مان لی تھی اب کیوں
آگے بڑھنے سے روک رہے ہو۔ حر نے کہا سرکاری جاسوس
ہمارے ساتھ ساتھ ہے اور اس کا یہی اصرار ہے امام نے کہا
اچھا اس گاؤں (غاضریہ) میں ٹھہرنے دو۔ حر نے کہا یہ میرے
لیے ممکن نہیں۔ زہیر بن قین نے حضرت سے عرض کیا ان لوگوں
سے لڑنا اس فوج گراں سے لڑنے کے مقابلہ میں کہیں آسان
ہے جو بعد میں آئے گی۔ مگر آپ نے لڑنے سے یہ کہہ کر انکار
کر دیا کہ میں اپنی طرف سے لڑائی میں پہل نہیں کرونگا آگے
بڑھ کر یہ قافلہ۔

(۱۵) نوادلیس میں اتر پڑا جہاں آج کل حر کا مزار ہے یہاں
امام نے ... اصحاب ... کے ... منے خطبہ ارشاد فرمایا۔ حمد و ثنا

الٰہی کے بعد آپ نے کہا۔

ہم پر یہ مصیبت جو آپڑی ہے اسے تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا برگشتہ و ناموافق ہو گئی ہے اس کی بھلائیوں نے ہم سے منھ پھیر لیا اس سے اتنا ہی بچ رہا ہے جتنا برتن میں بچ رہنے والے چند قطرے اور ایسی ذلیل زندگی جیسے قابل ہضم چارا تم نہیں دیکھتے حق کو کہ اب اس پر عمل نہیں کیا جاتا اور باطل کو اس سے پرہیز نہیں کیا جاتا۔ مومن کو چاہیئے کہ لقائے الٰہی کی سچی رغبت کرے میں تو اب موت کو سعادت ہی سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو جنجال جانتا ہوں۔"

زہیر بن قین نے جواب میں کہا اگر یہ دنیا ہمارے لیے ہمیشہ باقی رہنے والی ہوتی اور ہم اس میں ہمیشہ زندہ بھی رہتے تب بھی ہم آپ کی محبت میں جان دینے کو ترجیح دیتے بریر نے کہا فرزند رسول یہ تو خدا اور عالم کا ہم لوگوں پر بہت بڑا احسان ہے کہ ہمیں آپ پر جاں نثار کرنے کا موقع ملا۔

نافع بن ہلال نے کہا۔ آپ ہمارے سید و آقا ہیں اور آپ کی اطاعت کا ہم عہد و پیمان کر چکے ہیں جو شخص پیماں شکنی اور شکست بیعت کرے گا خود اپنے کو نقصان پہونچائے گا خدا

اس سے آپ کو بے نیاز کرنے والا ہے۔ آپ خدا کا نام لے کر آگے بڑھیے چاہے مشرق کی طرف چلیئے چاہے مغرب کی طرف خدا کی قسم ہم کبھی قضا و قدر، خدا وندی سے گھبرائے نہیں نہ بقائے الہی سے خوف زدہ ہوئے ہم اپنی نیتوں اور بصیرتوں پر ہیں جو آپ کو دوست رکھے ہم اسے دوست رکھتے ہیں جو آپ کا دشمن ہے وہ ہمارا دشمن ہے۔"

امام مظلوم پھر اپنے مرکب پر سوار ہوئے اور سرزمین کربلا پر پہونچے یہاں آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کربلا کا نام سن کر آپ نے فرمایا۔ خدا ہر کرب و بلا سے محفوظ رکھے۔

امام مظلوم نے اہل نینویٰ و غاضریہ سے ۶۰ ہزار درہم میں وہ زمین خریدی جہاں آپ کا روضہ واقع ہے آپ نے وہ زمین انھیں کو دیدی۔

اس شرط پر کہ اگر کوئی ہماری قبر کی زیارت کو آئے تو وہ قبر کا پتہ بتائیں اور تین دن تک اس کی ضیافت کریں۔

امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ کربلا امام حسینؑ کا حرم ہے چار میل مربع آپ نے وہ زمین خریدی تھی آپ کی اولاد اور دوستوں کے لیے وہ زمین حلال و مباح ہے اور مخالفین

کے لیے حرام۔

۲ محرم ۶۱ھ بوقت چاشت آپ کربلا میں پہونچے آپ نے وہاں کی خاک کو اٹھا کر سونگھا اور کہا خدا کی قسم اسی جگہ میری داڑھی میرے خون سے رنگین ہوگی یہیں میری لاش پامال ہوگی۔ اسی زمین کے متعلق جبرئیل امین نے ہمارے نانا کو خبر دی تھی کہ میں یہاں قتل کیا جاؤں گا۔

حرملہ کوفی بیان کرتا ہے کہ جنگ صفین میں میں امیرالمومنینؑ کے ہمراہ تھا۔ صفین سے واپسی میں امیرالمومنینؑ کربلا میں ٹھہرے صبح کی نماز پڑھی اور وہاں کی مٹی اٹھا کر سونگھی پھر آپ نے فرمایا ہائے اے خاک تجھ سے بہت سی قومیں محشور ہوں گی۔ اور بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گی۔ جب میں گھر واپس آیا تو میں نے یہ واقعہ اپنی بیوی کو بتایا جو شیعیان امیرالمومنین سے تھی اس نے کہا "امیرالمومنینؑ نے حق ہی کہا ہوگا" جب امام حسینؑ وارد کربلا ہوئے تو میں بھی اس فوج میں شریک تھا۔ جسے ابن زیاد نے امام حسینؑ سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا۔ کربلا پہونچ کر مجھے امیرالمومنین کی یہ حدیث یاد آئی۔ میں امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام کے بعد میں نے امیرالمومنینؑ کا

وہ فقرہ ذکر کیا۔ آپ نے پوچھا تم میرے ساتھ ہو یا میرے خلاف، میں نے کہا نہ میں آپ کے ساتھ ہوں نہ آپ کے خلاف کو نہ میں میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور ان کے متعلق ابن زیاد سے ڈرتا ہوں۔ امام نے فرمایا تم یہاں سے اتنی دور چلے جاؤ جہاں سے نہ مجھے قتل ہوتے دیکھ سکو نہ میری فریاد سن سکو۔ قسم بخدا آج کے دن جو شخص بھی میری فریاد سنے گا اور میری مدد نہ کرے گا خدا اسے جہنم میں داخل کریگا۔

اس کے بعد خیمے نصب کیے گئے امام خیمے میں بیٹھے اپنی تلوار الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے اور حزن و اندوہ بھرے لہجے میں یہ اشعار پڑھتے جاتے۔

یا دھر اُفٍّ لک من خلیل!

اے زمانہ تیرا برا ہو تو کیسا میرا دوست ہے

کم لک بالاشراف والاصیل

صبح و شام تیرے ہاتھوں!

من صاحب طالب قتیل

کتنے مارے جاتے ہیں۔ زمانہ کسی کی

والدھر لا یقنع بالبدیل

اعانت نہیں کرتا کسی سے عوض نہیں قبول کرتا

وانما الامر الی الجلیل

اور سارا معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے

وکل حی سالک السبیل

ہر زندہ موت کی راہ پر چلا جا رہا ہے۔

امام کی یہ درد بھری آواز جناب زینب کے کانوں میں بھی پہونچ گئی وہ نوحہ و فریاد کرنے لگیں۔ کاش میں اس دن کے لیے زندہ نہ رہتی۔ امام نے انھیں صبر کی تلقین کی بہن خدا پر بھروسہ رکھو۔ آسمان کے رہنے والے ہوں یا زمین کے باشندے سبھی ایک دن موت سے ہمکنار ہوں گے۔ جناب زینب نے کہا بھیا ہمیں نانا کے حرم میں پہونچا دیجئے۔ امام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ بہن یہ لوگ مجھے اس کی مہلت کہاں دیں گے۔ جناب زینب نے ایک چیخ ماری اور کہا ہائے آپ یوں ہی اپنے کو دشمنوں کے حوالے کر دیں گے۔ یہ تو اور میرے لیے کاہش جان و سوہان روح ہے۔ پھر آپ شدت الم سے بیہوش ہو گئیں امام اٹھے انھیں ہوش میں لائے صبر و تشفی کے کلمات ارشاد فرمائے بہن موت دنیا میں ہر زندگی کے لیے ہے آسمان والے بھی

ہمیشہ زندہ نہ رہیں گے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے پھر موت کے خیال سے اس قدر رنج و بیقراری کیوں؟ دیکھو ہمارے لیے اور ہر مسلمان کے لیے رسول اللہؐ کی زندگی اسوہ حسنہ ہے۔ یہ نمونہ ہمیں کیا سکھاتا ہے؟ یہ ہمیں ہر حال میں صبر و ثبات اور توکل و رضا کی تعلیم دیتا ہے چاہیئے کہ کسی حال میں بھی اس سے منحرف نہ ہوں۔

ادھر حر نے ابن زیاد کو خط کے ذریعہ مطلع کیا کہ امام حسینؑ صحرائے بے آب و گیاہ میں لڑنے پر مجبور کیے جا چکے ہیں۔ ابن زیاد نے امامؑ کو خط لکھا۔

حسینؑ کے نام یزید کا حکم نامہ مجھے ملا ہے جس میں اس نے مجھے تاکید کی ہے کہ نہ میں نرم بستر پر سوؤں گا نہ پیٹ بھر کر کھانا کھاؤں گا جب تک آپ کو قتل نہ کر ڈالوں یا یزید کا حکم ماننے پر مجبور نہ کروں۔

یزید نے اسی خط پر اکتفا نہیں کی بلکہ دوسرے خط میں ابن زیاد کو تاکید کرتے ہوئے لکھا "اس وقت تک نہ سوؤ نہ پیٹ بھر کر کھانا کھاؤ جب تک حسینؑ کو میرا حکم ماننے پر مجبور نہ کر دو پھر انکا سر کاٹ لو۔ ابن زیاد نے وہ خط بھی امام حسینؑ کو روانہ کر دیا کہ دیا

امام نے فرمایا وہ قوم کبھی رستگار نہیں ہو سکتی جو خدا کو ناراض کر کے مخلوق کی رضامندی حاصل کرے اس کے بعد آپ نے وہ مشہور خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس کے ایک ایک لفظ سے غیرت و خودداری کے چشمے پھوٹتے ہیں۔

"دیکھو یہ ناجائز باپ کا ناجائز بیٹا (ابن زیاد) دو باتوں کے درمیان جم گیا ہے یا تو مجھ پر تلوار کھینچے یا مطیع بنا کر مجھے ذلیل کرے اطاعت کی ذلت و خواری برداشت کرنا ہمارے لیے ناممکن ہے۔ خداوند عالم اس کا رسول پاکیزہ گود طیب و طاہر آغوش، اونچی ناک۔ عزت مند نفس ہیں وہ تو اجازت نہیں دیتے کہ ہم شریفانہ موت کو چھوڑ کر کمینوں کی اطاعت اختیار کریں، دیکھو میں نے اپنا عذر بیان کر دیا تمہیں خدا کا خوف بھی دلایا میں اپنے لوگوں کے ساتھ جو ڈالتا لیکہ یہ تعداد میں بہت تھوڑے ہیں اور دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ دوستوں نے منھ چرا لیا ہے۔ احباب نے مدد سے دست کشی کر لی ہے (مگر ان سب کے باوجود) میں مقابلہ کر کے رہوں گا۔

ابن زیاد کے قاصد نے کہا خط کا جو جواب دینا ہو مجھے لکھ دیجئے آپ نے فرمایا اس خط کا میرے پاس کوئی جواب

نہیں کیونکہ ظالموں کے لیے عذاب الٰہی ناگزیر ہو چکا ہے۔

قاصد نے واپس آکر ابن زیاد سے ساری تفصیل بیان کردی اس نے غضبناک ہو کر اپنے حاشیہ نشینوں سے کہا "کون حسین کا سر کاٹ کر میرے پاس لانے پر تیار ہے، میں دس برس کے لیے رے کی حکومت اسے دیتا ہوں۔ سب سے پہلے عمر ابن سعد اٹھ کھڑا ہوا ابن زیاد نے اسے فوراً کوچ کا حکم دیا اور تاکید کی کہ حسینؑ کو نہ ایک قدم آگے بڑھنے دینا نہ ایک قطرہ آب ان تک پہونچنے دینا اور جتنا جلد ہو سکے ان کا سر کاٹ کر میرے پاس لاؤ۔ عمر سعد نے سب باتیں منظور کیں۔ ابن زیاد نے کہا یہ علم لشکر ہے اور اس کے تحت میں ٦ ہزار سوار ہیں، تم ابھی روانہ ہو جاؤ تمہارے جانے کے بعد ہم اور بھی فوجیں تمہاری کمک کے لیے روانہ کریں گے۔ عمر ابن سعد نے کہا مجھے ایک مہلت کی مہلت دیجئے ابن زیاد نے کہا ہرگز نہیں ایک دن کی بھی مہلت نہیں مل سکتی عمر ابن سعد نے کہا آج رات بھر کی مہلت مل جائے ابن زیاد نے مہلت دے دی۔ یہ شب عمر سعد نے کس طرح بسر کی اسے خود اس نے اپنے اشعار میں ظاہر کیا ہے۔

"میں حیرت زدہ ہوں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ میں ملک رے

کی حکومت چھوڑ دوں حالانکہ رے کی حکومت میری واحد تمنا و آرزو ہے یا حسینؑ کو قتل کر کے گنہگار بنوں"

یہ پورے اشعار اس کی فطرت و سرشت کے آئینہ دار ہیں اس نے یہ جانتے اور سمجھتے ہوئے کہ امام حسین واجب الطاعۃ ہیں اور ان کا قتل گناہ عظیم ہے مگر صرف ریاست و حکومت کی خواہش میں حسین کے قتل پر آمادہ ہو گیا اور تمنائے ملک رے میں اس نے دنیا کی رسوائی بھی مول لی اور آخرت کا عذاب بھی۔

عمر سعد کی روانگی کے بعد ابن زیاد فوج پر فوج کمک پر کمک روانہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ کربلا اور اس کے آس پاس کی زمینیں فوجوں کی کثرت سے چھلکنے لگیں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ کوفہ میں اسلحہ کی دوکانیں تین دن تین راتیں کھلی رہیں اور دوکاندار ایک پیر پر کھڑے رہے۔ عوام میں ہل چل تھی اور جسے دیکھئے وہ تلواریں یا تیر یا نیزہ خریدتا یا اسے سان پر چڑھاتا یا تیروں کو زہر آلود کرتا نظر آتا تھا۔ سب سے بہتر تین پھلوں کے تیر اکٹھا کئے گئے تھے، کوفہ کی پوری آبادی سیلاب کی طرح کربلا میں امنڈ پڑی ابن زیاد نے عمر سعد کو خط لکھا۔

میں نے سپاہ لشکر کی کمی کا عذر تمہارے لیے باقی نہیں رہنے دیا اور یہ یاد رکھو کہ صبح و شام کسی وقت کی بھی تمہاری خبر مجھ سے چھپی نہ رہے گی۔

ابن زیاد کو عمر سعد کی نقل و حرکت کا حال معلوم ہونے میں ذرا دیر ہوئی اسے بہت طیش آیا کہ وہ جان کر حسین کو ڈھیل دے رہا ہے اور لڑائی سے گریزاں ہے اس نے جویریہ بن بدر تمیمی کو روانہ کیا اور تاکید کی کہ عمر سعد کے پاس جاؤ اور اسے جنگ میں سستی کرتے دیکھو تو مجھے فوراً مطلع کرو تاکہ میں پہلے اسی کی گردن ماروں۔

ابن سعد کو جویریہ کی خبر ملتے ہی اسلحہ سے لیس ہو کر لشکر لے کے چل پڑا، ابن زیاد نے عام فوجی بھرتی کا حکم جاری کر کے خود نخیلہ میں چھاؤنی ڈالی اور وہاں سے سپاہ و لشکر جمع کر کے کربلا کی طرف بھیجنے لگا۔ کوفہ میں اس نے اعلان کرا دیا کہ جو شخص بھی حسین سے لڑنے نہیں جائے گا۔ میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ اس نے لوگوں کو دہشت زدہ کرنے کے لیے ایک اجنبی شخص کو جو شام کا رہنے والا اور کوفہ کسی ضرورت سے آیا تھا اور فوج کے ساتھ کربلا نہیں گیا تھا۔ سولی بھی دلوا دی۔ ابن زیاد کا نظریہ تھا۔

کہ ایسا کرنے سے ان لوگوں کی تنبیہ ہو جائے گی جو حسینؑ کے قتل کیئے جانے سے گریزاں ہیں۔

دوپہر کی پیاس

۷ محرم شدید گرمی کا دن تھا۔ ابن زیاد نے عمر سعد کو کہلا بھیجا کہ میں چرند و پرند ہر ایک کے لیے پانی مباح کرتا ہوں مگر حسین اور ان کے اصحاب کو ایک قطرۂ آب نہ ملنے پائے عمر سعد نے شبیث بن ربعی تمیمی کو ۴ ہزار سواروں کے ساتھ فرات پر متعین کیا۔ ان میں سے کسی نے چیخ کر کہا۔

"اے حسینؑ اس پانی کو دیکھتے ہو کیسا نیلے آسمان کی طرح چمک رہا ہے۔ مگر خدا کی قسم تم اس کا ایک قطرہ بھی چکھنے نہ پاؤ گے یہاں تک کہ تم پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جاؤ۔

امام نے فرمایا خداوندا اسے تو پیاسا ہلاک کر اور اس کی مغفرت نہ کرنا"

(حمید بن مسلم بیان کرتا ہے کہ بخدا میں نے اس شخص کو دیکھا کہ حلق تک پانی پی لیتا تھا۔ پھر سارا پانی قے کر کے پیاس پیاس چیختا تھا۔ یہی کیفیت اس کی رہی یہاں تک کہ اسی اذیت

کہ تم ان سے اپنا ہاتھ روکے رہو انھیں ڈھیل دو اور نہ اس لیے
کہ انھیں سلامتی و بقا کی تمناؤں میں مبتلا کروں اس لیے کہ تم ان
کی طرف سے عذر و معذرت پیش کرو اور ان کے سفارشی ہو دیکھو
اگر وہ میرا حکم ماننے پر آمادہ ہوں تو انھیں میرے پاس بھیجو ورنہ
ان پر چڑھائی کرو و قتل کر کے ان کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالو اور ان
کے سینہ و پشت کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالو۔"

شمر یہ خط لے کر تیزی کے ساتھ عمر ابن سعد کی طرف روانہ
ہوا جب ابن سعد کے قریب پہونچا چیخ کر کہا ابن سعد لو یہ خط لو
اور پڑھو۔ عمر سعد نے کہا تیرا ناس ہو اے ابرص تو ہی نے ابن
زیاد کو میری باتیں منظور کرنے سے روکا تم پورے شیطان ہو جو
چاہو کرو۔ حسینؑ سر نہ جھکائیں گے ان کے پہلوؤں کے درمیان
بڑا غیور دل ہے۔

شمر نے کہا۔ پھر تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ لڑو گے یا نہیں حسینؑ سے
اگر جنگ کا ارادہ نہیں تو اس لشکر کی افسری میرے حوالے کر دو
ابن سعد نے کہا۔ میں یہ عزت تمھیں ہرگز حاصل نہیں ہونے دوں
گا۔ میں خود ہی سردار لشکر رہوں گا۔ پھر عمر سعد نے وہ خط امام
حسینؑ کے پاس بھیج دیا۔ امام نے جواب میں فرمایا۔

"نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں میں ذلیل بن کر اپنا ہاتھ کبھی نہ دوں گا۔ نہ غلاموں کی طرح اقرار کروں گا۔"

یزیدی لشکر نے پکار کر کہا "اے حسین اب بھی بات مان لو امام نے فرمایا میں ایک بات بھی ان لوگوں کی ہرگز نہ منظور کروں گا یہاں تک کہ میں اپنے خون سے رنگین ہو کر خدا کی بارگاہ میں پہونچوں۔

پھر ابن سعد نے پکار کر کہا اے حسینؑ۔ ابن زیاد کا حکم منظور کر لو آپ نے فرمایا قسم بخدا ہرگز نہیں۔ میں اپنا ہاتھ ابن مرجانہ کے ہاتھ میں ہرگز نہ دوں گا۔ اس کے بعد لڑائی چھڑ گئی اور فوج یزیدی نے چاروں طرف سے آپ کو نرغہ میں لے لیا جیسا کہ جناب قاسم نے اپنے رجز میں کہا تھا۔ ھذا حسین کالاسیر المرتھن

شیر خوار کی شہادت

شیر خوار کی شہادت کیونکر ہوئی۔ مورخین نے اس کے متعلق مختلف باتیں کہی ہیں۔ ہم نقطۂ اختلاف بیان کیے دیتے ہیں۔

(۱) کچھ لوگ جن میں سید ابن طاؤس شیخ مفیدؒ اور ابوالفرج

اصفہانی وغیرہ ہیں کہتے ہیں کہ امام حسینؑ بچہ کو ہاتھوں پر اٹھا کر سوال آب کے لیے نہیں گئے تھے بلکہ خیمہ کے سامنے بچہ کو گود میں لیے ہوئے پیار کر رہے تھے۔ اور اسے رخصت کر رہے تھے۔ کہ ایک تیر آیا جو حلقوم پر لگا اور بچہ ذبح ہو گیا۔

لہوف ابن طاؤس صفحہ ۵۰ ارشاد شیخ مفید صفحہ ۲۵۴ مقاتل الطالبین ابو الفرج اصفہانی صفحہ ۹۰ احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۳ اشیر الاحزان ابن نما حلی صفحہ ۵۲)

(۲) دوسرے کچھ لوگ جن میں ابو مخنف، میرزا مہدی اور سبط بن جوزی وغیرہ ہیں کہتے ہیں کہ امام بچہ کو گود میں اٹھا کر یزیدی فوج کے سامنے لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے میرے بھائیوں بیٹوں اور ساتھیوں کو قتل کر ڈالا اب اس بچہ کے علاوہ میرا کوئی باقی نہیں اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے اب تک تم لوگوں نے رحم نہ کھایا تو کم سے کم اس شیر خوار پر ترس کھاؤ کیونکہ یہ پیاس سے بھن رہا ہے اور اس کا کوئی قصور بھی نہیں ایک گھونٹ پانی اسے پلا دو۔

امام ان سے گفتگو کر ہی رہے تھے کہ حرملہ بن کاہل اسدی نے تیر چلا دیا جو بچہ کی گردن کے اس پار سے اس پار ہو گیا۔

یہی مشہور ہے اور صحت سے قریب بھی کیونکہ امام نے دنیا کو دکھلانا چاہا تھا کہ یزید اور اس کی فوج والے کتنے وحشی اور قسی القلب ہیں اور انھوں نے ظلم و تعدی میں فرعون کے مظالم اور قساوت قلبی کو شرما دیا ہے۔ ہر بافہم یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ بڑوں کو انھوں نے تہ تیغ کیا تو ہو سکتا ہے وہ قصور وار ہوں لیکن ان دودھ پیتے بچوں کی کیا خطا تھی کہ انھیں بھی تیروں کا نشانہ بنایا گیا؟ کون سی انسانیت ان یزیدیوں کے افعال کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھ سکتی ہے اور کونسی عقل ایسے مظالم جائز قرار دے سکتی ہے اور کون سا مذہب بے گناہوں اور ناتوانوں کا قتل مباح قرار دے سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بنی امیہ کو نہ انسانیت سے کوئی واسطہ تھا نہ عقل و خرد سے جس طرح وہ دین و مذہب سے سراسر بیگانہ تھے۔

اسی قول کو محقق فرید حضرت حجۃ الاسلام آقا عبد الحسین شرف الدین موسوی نے بھی مجالس فاخرہ میں اختیار کیا ہے۔

صاحبان اہل نظر و اہل بصیرت اچھی طرح اس حقیقت

سے واقف ہیں کہ یزید نے جو مظالم اہل بیت پر کیے وہ ہرگز نہیں
کر پاتا اگر اس کے پیش رو سلاطین اس کے لیے راستہ نہ ہموار
کر گئے ہوتے دھینگا مشتی کے ذریعہ خلافت پر قابض ہو کر ان
سلاطین نے اہلبیت کی منزلت ہی نہیں گھٹائی بلکہ یزید جیسے
لوگوں کو مسلمانوں کی گردن پر سوار کر گئے اور انھیں کھلی چھوٹ
دیدی کہ جو چاہیں کریں اور جس طرح ان کی مرضی میں آئے دین
و شریعت کی دھجیاں اڑائیں۔ خدا کی قسم اگر دین الٰہی کو زندہ
کرنے کے لیے حسینؑ اپنی اور اپنے عزیزوں بھائیوں بیٹوں
اور دوست احباب کی قربانی نہ دیتے تو اسلام کا نام محض
تاریخ کے صفحات کی زینت ہوتا۔ دنیا میں کوئی اسلام کا نام
لیوا بھی موجود نہ ہوتا۔ اس حقیقت کا اعتراف مسلمانوں
ہی کو نہیں بلکہ ان لوگوں کو بھی ہے جو اسلام سے بے تعلق
ہیں۔ موسیو ماربین اپنی کتاب سیاست اسلامیہ میں لکھتے ہیں۔

"اگر حسینؑ کے کلمات وحرکات میں باریک بین نگاہ سے
غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ بہ حیثیت سیاست انھوں
نے بنی امیہ کے قبائح و شنائع اور بنی ہاشم کے ساتھ ان کی
قلبی عداوت اور نیز اپنی مظلومیت ظاہر کر دینے میں کوئی دقیقہ

اٹھا نہیں رکھا۔

اور یہ بات ان کے لیے حد درجہ کی سیاست اور اطمینان قلب اپنے مقصد عالی کے پورا کرنے میں خود رفتگی کو ثابت کر رہی ہے۔ حسین نے اپنی زندگی کے آخری وقت اپنے طفل شیر خوار کے باب میں وہ کام کیا کہ زمانہ کے فلاسفہ کی عقلوں کو متحیر کر دیا یعنی اس وقت آخر میں ان جانکاہ مصائب کے ہجوم میں، ان افکار کثیرہ میں اس تشنگی میں اس کثرت جراحات میں بھی اپنے مقصد عالی سے چشم پوشی نہیں کی اور باوجودیکہ جانتے تھے۔ کہ ان کے فرزند صغیر پر بنی امیہ رحم نہ کریں گے محض اس غرض سے کہ اپنی مصیبتوں کی عظمت بڑھا دیں اور یہ تمام مصائب زیادہ تر عظیم الشان ہو جائیں اس بچے کو اپنے ہاتھ پر بلند کر کے سب سے اس کے لیے پانی کی خواہش کی اور زبان تیر سے اس کا جواب سنا۔ گویا اس عمل سے حسین کی غرض یہ تھی کہ تمام اہل لشکر واقف ہو جائیں کہ بنی امیہ کی عداوت بنی ہاشم کے ساتھ کس حد کی تھی اور تصور کر لیں کہ یزید دفاع کے لیے ایسے ظلم و ستم کرنے پر مجبور نہ تھا۔ اس لیے کہ شیر خوار بچہ کا ایسی حالت میں اس وحشت ناک طریقہ

سے قتل کر دینا سوائے وحشیت اور بہیمانہ عداوت کے جو ہر دین و مذہب و قانون و قاعدے کے منافی ہے اور کچھ ظاہر کرنا نہ تھا۔ اور یہی ایک نکتہ قبائح اعمال اور نیات فاسدہ اور عناد بنی امیہ کا پردہ اچھی طرح فاش کر دیتا ہے اور تمام اہل عالم علی الخصوص مسلمانوں پر ظاہر کر دیا کہ بنی امیہ فقط احکام اسلام کی ہی مخالفت میں ایسے حرکات نہیں کرتے بلکہ جاہلانہ تعصبات کی وجہ سے کوشاں ہیں کہ ایک متنفس بھی بنی ہاشم کا خصوصاً عترت محمدؐ کا باقی نہ چھوڑیں۔

(مشہور فارسی اخبار حبل المتین کلکتہ مورخہ ۱۹ محرم ۱۳۲۸ھ)

شیرخوار کی شہادت کہاں ہوئی۔ مورخین نے اس جگہ کے متعلق اختلاف کیا ہے جہاں شیرخوار مقتول ہوا۔

(ا) شیخ مفیدؒ کا خیال ہے کہ امام خیمہ کے سامنے گود میں بچے کو لے کر بیٹھے اور بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر بچہ کو ذبح کر دیا (ارشاد صفحہ ۲۵۴)

(ب) شیخ طبریؒ کا خیال ہے کہ امام گھوڑے پر سوار ہو کر خیمہ سے دروازے کی طرف بڑھے۔ اور ارشاد فرمایا کہ بچہ کو میرے پاس لاؤ کہ میں اس سے بھی رخصت ہو لوں۔ اہل حرم نے بچہ

کو آپ کی آغوش میں دیدیا آپ بچہ کو پیار کر رہے تھے اس وقت ایک تیر آیا اور اس نے بچہ کو ہلاک کر دیا۔ امام گھوڑے سے اتر پڑے اور فوراً اس شیر خوار کو آپ نے سپرد خاک کیا۔ (احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۳)۔

(ج) مشہور یہ ہے کہ امام نے بچہ کو ہاتھوں پر اٹھایا اور فوج یزیدی کے سامنے لے کر گئے۔ اور وہ بچہ میدان جنگ میں مقتول ہوا۔ مورخین کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے منجملہ ان کے محمد بن ہشام، ابو مخنف اور مرزا مہدی وغیرہ بھی ہیں اور یہی قول زیادہ قریب صحت ہے۔

شیر خوار کب شہید ہوا؟ اسی طرح شیر خوار کے وقت شہادت میں بھی اختلاف ہے۔

(۱) شیخ طریحی کا یہ قول ہے کہ جناب عباس کی شہادت کے بعد اور حضرت علی اکبر کی شہادت کے پہلے شیر خوار کی شہادت ہوئی (منتخب طریحی صفحہ ۳۲۲)

مگر یہ قول مہمل ہے کیونکہ جناب علی اکبر بنی ہاشم میں سب سے پہلے قتیل ہیں۔

(۲) سبط ابن جوزی نے محمد بن ہشام سے نقل کیا